ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0242

Program: Matric (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس :سیرتِ طیبہ(0242)

کلیہ عربی و علومِ اسلامیہ — درسِ نظامی پروگرام

سطح :میٹرک) درسِ نظامی(

سمسٹر :خزاں 2026 — Autumn 2026

امتحانی مشق نمبر2

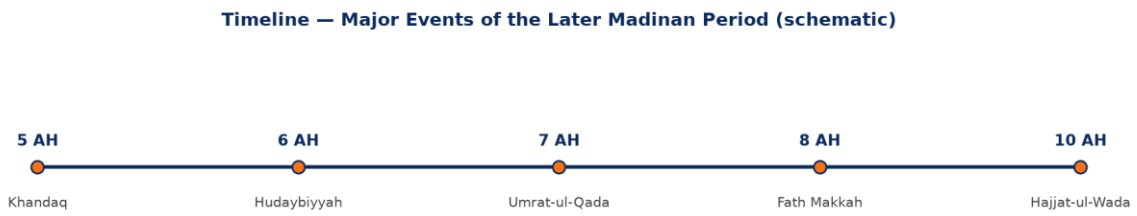
کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر40 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference

نوٹ برائے طلبہ :یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ امتحانی مشق اپنے الفاظ میں، کتاب اور اپنے مطالعے کی بنیاد پر خود لکھیں؛ اس گائیڈ کی عبارت بعینہٖ نقل کرنا تعلیمی بددیانتی کے زمرے میں آ سکتا ہے۔

مذہبی مواد سے متعلق نوٹ :اس گائیڈ میں قرآنِ مجید اور احادیث کے صرف مفاہیم اپنے الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں اور سورۃ/کتاب کے حوالے دیے گئے ہیں؛ لفظی اقتباسات گھڑے نہیں گئے۔ جہاں سیرت نگاروں یا علما کے درمیان اختلاف ہے وہاں اسے واضح کر دیا گیا ہے، اور عملی شرعی مسائل میں حتمی رہنمائی مستند علما سے حاصل کریں۔

کتابچے سے متعلق نوٹ :اصل کتابچے (0242) کی پی ڈی ایف میں اردو فونٹ کی خرابی کی وجہ سے متن جزوی طور پر الٹی ترتیب میں حاصل ہوا؛ سوالات انتہائی احتیاط سے پڑھ کر نقل کیے گئے ہیں۔ مشق نمبر 1 کے سوال 5 کا پہلا لفظ اور مشق نمبر 2 کے سوال 5 کے جزو (2) کے الفاظ ناقص طباعت کی وجہ سے ادھورے تھے؛ انہیں سیاق سے پڑھا گیا ہے اور متعلقہ سوال کے ساتھ نوٹ لگا دیا گیا ہے۔ کتابچے میں یونٹوں کی تقسیم درج نہیں ہے، اس لیے عنوان میں یونٹ نہیں لکھے گئے۔ کامیابی کے نمبر کتابچے میں 40 چھپے ہیں۔



شکل 2: مؤخر مدنی دور کے بڑے واقعات کی تصویری ترتیب (انگریزی لیبل اسکیمیٹک خاکے کے لیے ہیں)

جواب — سوال نمبر1

سوال نمبر 1: غزوۂ خندق پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔ (نمبر 20)

تعارف

غزوۂ خندق، جسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، شوال 5 ہجری میں پیش آیا۔ یہ مدنی دور کا سب سے بڑا دفاعی معرکہ تھا جس میں قریش، غطفان اور دیگر قبائل کا متحدہ لشکر مدینہ کو ختم کرنے کے ارادے سے آیا، اور مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر ایسا دفاعی طریقہ اختیار کیا جو عربوں کے لیے بالکل نیا تھا۔ قرآنِ مجید کی سورۃ الاحزاب میں اس موقع کے حالات، مسلمانوں کی آزمائش اور اللہ کی مدد کا تفصیلی تذکرہ مفہوماً موجود ہے۔ اس نوٹ میں اسباب، خندق کی تجویز و کھدائی، محاصرے کے واقعات، انجام اور نتائج بیان کیے جاتے ہیں۔ اعداد و شمار سیرت کی مشہور کتابوں کی عموماً منقول روایات کے مطابق ہیں۔

اسباب اور متحدہ لشکر کی تیاری

بدر اور احد کے بعد قریش کا غصہ بجھا نہیں تھا۔ اس مرتبہ مدینہ سے نکالے گئے یہودی قبیلے بنو نضیر کے سرداروں نے مکہ جا کر قریش کو نئی جنگ پر اکسایا اور غطفان سمیت کئی قبائل کو مال و مدد کے وعدوں پر ساتھ ملایا۔ یوں سیرت نگاروں کے عموماً بیان کے مطابق تقریباً دس ہزار کا لشکر تیار ہوا جسے قرآن نے احزاب یعنی متحدہ گروہ کہا۔ ابو سفیان اس کی مجموعی قیادت کر رہے تھے۔ اطلاع ملنے پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ شہر سے باہر لڑا جائے یا شہر میں رہ کر دفاع کیا جائے۔

مشورے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فارسی جنگی تدبیر پیش کی کہ مدینہ کے اس حصے کے گرد، جو پہاڑوں اور لاوے کے میدانوں سے قدرتی طور پر محفوظ نہیں تھا، گہری خندق کھودی جائے۔ آپ ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی۔ یہ واقعہ کئی اسباق کا مجموعہ ہے :قائد کا مشورہ سننا، کسی بھی قوم کے مفید تجربے کو قبول کرنا اور مقامی وسائل کے مطابق نئی حکمتِ عملی بنانا۔ مسلمانوں کی تعداد اس موقع پر تقریباً تین ہزار بیان کی جاتی ہے اور سردی کا موسم، رسد کی کمی اور دشمن کا حجم اس آزمائش کو دوچند کر رہا تھا۔

خندق کی کھدائی اور دفاعی ترتیب

خندق کی کھدائی میں نبی کریم ﷺ خود صحابہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ گروہوں میں تقسیم کر کے ہر جماعت کو ایک حصہ دیا گیا؛ کھدائی کے دوران بھوک کی شدت، پتھروں کی رکاوٹ اور آپ ﷺ کی طرف سے حوصلہ افزائی کے واقعات سیرت کی کتابوں میں معروف ہیں، جن میں ایک چٹان کے ٹوٹنے پر مستقبل کی فتوحات کی بشارتوں کی روایات بھی شامل ہیں؛ یہ روایات سیرت نگار منقول بیانات کے طور پر درج کرتے ہیں، ان کی سند و درجے پر بحث محدثین کا کام ہے۔ منافقین اس دوران کمزوریاں ظاہر کرتے، کام میں سستی کرتے اور اجازت لے کر گھروں کو لوٹ جاتے، جس کا تذکرہ سورۃ الاحزاب میں مفہوماً ملتا ہے۔

دفاع کی دوسری بڑی تدبیر بنو قریظہ کے مسئلے کو سنبھالنا تھا، کیونکہ یہ یہودی قبیلہ مدینہ کے اندر آباد تھا اور معاہدے کا پابند تھا۔ جب ان کی طرف سے معاہدہ توڑنے کی کوشش کی اطلاعات ملیں تو آپ ﷺ نے صورتِ حال کی تصدیق کرائی اور حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تدبیر سے دشمن کے اتحاد میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی گئی؛ روایات کے مطابق انہوں نے قریش، غطفان اور بنو قریظہ کے درمیان بداعتمادی پیدا کرنے میں کردار ادا کیا۔ یہ سفارتی حکمتِ عملی عسکری دفاع کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔

محاصرہ، انفرادی مقابلے اور اختتام

متحدہ لشکر خندق دیکھ کر دنگ رہ گیا کیونکہ عرب جنگوں میں یہ طریقہ نامانوس تھا۔ تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا؛ تیر اندازی اور پتھراؤ ہوتا رہا لیکن بڑا حملہ نہ ہو سکا۔ ایک موقع پر دشمن کے چند سورما خندق کا تنگ حصہ عبور کر کے آئے جن میں عمرو بن عبد ود بھی تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس

دورانیے میں مسلمانوں پر خوف، سردی اور بھوک کی کیفیت طاری رہی جسے قرآن نے آنکھوں کے ٹیڑھا ہونے اور دلوں کے حلق کو پہنچنے کے مفہوم سے تعبیر کیا ہے۔

آخرکار اللہ کی مدد ایک تیز آندھی اور سخت سرد ہواؤں کی صورت میں آئی جس نے خیمے اکھاڑ دیے، ہانڈیاں الٹ دیں اور لشکر کے حوصلے پست کر دیے۔ ابو سفیان نے واپسی کا اعلان کیا اور متحدہ لشکر ناکام لوٹ گیا۔ احادیث کی کتابوں میں اس موقع پر آپ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم منقول ہے کہ اب ہم ان کی طرف جائیں گے، وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے؛ یہ مفہوم ہے۔ اس کے فوراً بعد بنو قریظہ کے معاملے کا فیصلہ ان کے اپنے منتخب کردہ حکم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہوا جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں موجود ہے اور اس پر حقوقی و تاریخی بحث علما و مورخین کے ہاں جاری رہی ہے؛ طالب علم کے لیے یہی جاننا کافی ہے کہ معاملہ اس دور کے قبائلی معاہدات اور جنگی قوانین کے پس منظر میں پیش آیا۔

نتائج اور اسباق

غزوۂ خندق مدنی ریاست کی تاریخ کا رخ موڑنے والا واقعہ ثابت ہوا۔ اس کے بعد قریش نے پھر کبھی مدینے پر بڑا لشکر کشی کا حملہ نہیں کیا اور پہل مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی۔ عرب قبائل پر واضح ہو گیا کہ مدینہ ناقابلِ تسخیر قوت بن چکا ہے، چنانچہ اس کے بعد قبائل کے وفود کی آمد کا سلسلہ تیز ہوا۔ سیاسی طور پر یہ جنگ دفاع سے اقدام کی طرف منتقلی کا نقطہ تھی جس کے اگلے مراحل حدیبیہ، فتحِ مکہ اور وفود کے عام میں ظاہر ہوئے۔

اسباق میں سرفہرست یہ ہے کہ مشکل ترین وقت میں بھی درست مشورہ، اتحاد اور ثابت قدمی شکست کو فتح میں بدل دیتی ہے۔ دوسرا سبق یہ کہ قوموں کے مفید تجربات قبول کرنا کمزوری نہیں، دانش مندی ہے۔ تیسرا سبق اندرونی محاذ کی نگرانی کا ہے کہ خارجی دشمن سے بڑا خطرہ اندرونی اختلاف اور معاہدہ شکنی ہوتا ہے۔ چوتھا سبق صبر و توکل کا ہے کہ اللہ کی مدد انسانی کوشش کے بعد آتی ہے؛ خندق کھودی گئی، پہرے دیے گئے، تدابیر اختیار کی گئیں، پھر آسمان سے مدد نازل ہوئی۔

جدول 4: غزوۂ خندق کی کلیدی معلومات (عموماً منقول روایات)

پہلو	تفصیل

زمانہ	شوال 5 ہجری
دوسرا نام	غزوۂ احزاب
دشمن کی تعداد	تقریباً 10,000 متحدہ قبائل(
مسلمانوں کی تعداد	تقریباً3,000
اہم تدبیر	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خندق
اختتام	تیز آندھی و سردی سے دشمن کی پسپائی

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ خندق مسلمانوں کی دفاعی حکمتِ عملی، اجتماعی محنت اور اللہ پر توکل کا شاہکار ہے۔ دس ہزار کے لشکر کے سامنے تین ہزار مسلمانوں نے نہ میدان چھوڑا نہ حوصلہ؛ نتیجتاً دشمن خود پسپا ہوا۔ اس غزوے نے ثابت کر دیا کہ مدنی ریاست اب عرب کی مستقل سیاسی حقیقت ہے اور یہی پس منظر آگے چل کر صلح حدیبیہ اور فتحِ مکہ کی راہ ہموار کرتا ہے۔

جواب — سوال نمبر2

سوال نمبر 2: صلح حدیبیہ کی تفصیل قلم بند کریں۔ (نمبر 20)

تعارف

صلح حدیبیہ ذو القعدہ 6 ہجری میں ہونے والا وہ تاریخی معاہدہ ہے جو بظاہر مسلمانوں کے حق میں سخت شرائط رکھتا تھا مگر درحقیقت اسلام کی سب سے بڑی سیاسی کامیابی ثابت ہوا، یہاں تک کہ قرآنِ مجید نے سورۃ الفتح میں اسے کھلی فتح قرار دینے کا مفہوم بیان فرمایا۔ حدیبیہ مکہ کے قریب وہ مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ عمرے کے ارادے سے پہنچے تھے اور قریش نے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اس نوٹ میں پس منظر، سفارت کاری، شرائط، صحابہ کی کیفیت اور اس صلح کے دور رس نتائج تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔

پس منظر اور سفر کا آغاز

نبی کریم ﷺ نے خواب میں مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے کی کیفیت دیکھی، جسے آپ نے صحابہ کو سنایا اور عمرے کا اعلان فرمایا۔ تقریباً چودہ سو صحابہ کرام آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے؛ ساتھ قربانی کے جانور تھے اور ارادہ جنگ کا نہیں، خالص عبادت کا تھا۔ یہ بات اس سے بھی ظاہر تھی کہ ذو الحلیفہ سے احرام باندھا گیا اور لشکر جنگی تیاری کے ساتھ نہیں نکلا تھا۔ دوسری طرف، ہجرت کے بعد سے مسلمان چھ برس سے مکہ اور کعبہ کی زیارت سے محروم تھے، اس لیے اس سفر کی جذباتی اہمیت بہت زیادہ تھی۔

قریش کو اطلاع ملی تو انہوں نے ہر قیمت پر داخلہ روکنے کا فیصلہ کیا اور خالد بن ولید کی سربراہی میں دستہ آگے بھیجا۔ نبی کریم ﷺ نے راستہ بدل کر حدیبیہ میں پڑاؤ کیا جہاں آپ کی اونٹنی قصواء بیٹھ گئی؛ آپ ﷺ نے اسے اللہ کی طرف سے روک جانے کی علامت قرار دیا اور فرمایا کہ مفہوماً قریش جو بھی ایسی تجویز پیش کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہو، آپ اسے قبول کریں گے۔ یوں ٹکراؤ کی جگہ مذاکرات کی فضا بن گئی۔

سفارتی تبادلہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا کردار

حدیبیہ میں قریش کے کئی ایلچی آئے جن میں بدیل بن ورقاء، عروہ بن مسعود ثقفی اور سہیل بن عمرو شامل تھے۔ عروہ نے مسلمانوں کے کیمپ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کی محبت و اطاعت کا جو منظر دیکھا، واپس جا کر قریش کو خبر دی کہ اس نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جیسی محمد ﷺ کے ساتھی ان کی کرتے ہیں۔ یہ منظر سفارت کاری میں اخلاقی قوت کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ وہاں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس خبر پر آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی کہ وہ مرتے دم تک پیچھے نہیں ہٹیں گے؛ یہی بیعتِ رضوان ہے جس کا ذکر سورۃ الفتح میں رضا کا مفہوم رکھتا ہے۔ بعد میں خبر غلط نکلی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خیریت سے واپس آ گئے، لیکن اس بیعت نے مسلمانوں کے عزم کو دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو فیصلہ کن مذاکرات کے لیے بھیجا۔

معاہدے کی شرائط

معاہدے کی اہم شرائط یہ تھیں :دس سال تک جنگ بندی رہے گی؛ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے اور اگلے سال تین دن کے لیے آ کر عمرہ کریں گے؛ جو شخص قریش سے مسلمان ہو کر مدینہ آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا، مگر جو مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر مکہ جائے گا اسے واپس نہیں کیا جائے گا؛ عرب قبائل آزاد ہوں گے کہ جس فریق کے حلیف بننا چاہیں بن جائیں؛ اور ہر فریق دوسرے کے خلاف خفیہ سازش نہیں کرے گا۔ تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ دستاویز کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ پر سہیل نے اعتراض کیا تو نبی کریم ﷺ نے امن کی خاطر اپنے دستِ مبارک سے طرزِ تحریر بدلنے کی اجازت دی، جو قیادت کی لچک اور بڑے مقصد کے لیے چھوٹی باتوں کی قربان کرنے کی عظیم مثال ہے۔

شرائط سن کر بعض صحابہ، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دلی طور پر مضطرب ہوئے کہ بظاہر ہر شرط مسلمانوں کے خلاف محسوس ہوتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں تسلی دی اور اللہ کے وعدے پر اعتماد کی تلقین فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے خود قربانی کر کے احرام کھولا تو صحابہ نے بھی پیروی کی۔ اس مقام پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے کا کردار سیرت کی کتابوں میں نمایاں طور پر مذکور ہے کہ بات کرنے کے بجائے عمل سے آغاز کیا جائے۔ واپسی کے سفر میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں اس صلح کو کھلی فتح اور مؤمنوں کے لیے سکینت و اجر کی بشارتوں کا مفہوم بیان ہوا۔

نتائج اور اثرات

صلح کا پہلا بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ قریش نے پہلی مرتبہ مدنی ریاست کو برابر کی سیاسی طاقت تسلیم کیا۔ دس سالہ جنگ بندی نے مسلمانوں کو امن کا ماحول دیا جس میں دعوت تیزی سے پھیلی؛ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ اس سے اگلے دو برسوں میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے جتنے اس سے پہلے کے تمام برسوں میں نہیں ہوئے تھے۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ نے روم، فارس، مصر اور حبشہ کے حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے، کیونکہ اب آپ کو بین الاقوامی سطح پر خط و کتابت کا باضابطہ موقع ملا تھا۔

قبائلی اتحاد کی شرط کے تحت بنو خزاعہ مسلمانوں کے اور بنو بکر قریش کے حلیف بنے۔ بعد میں بنو بکر نے قریش کی پشت پناہی سے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے معاہدہ توڑ دیا، یہی خلاف ورزی فتحِ مکہ کا براہِ راست سبب بنی۔ یوں جو صلح بظاہر نقصان دہ لگتی تھی وہ درحقیقت فتحِ مکہ سمیت تمام آئندہ کامیابیوں کی سیڑھی ثابت ہوئی۔ اس سے یہ

اصول بھی حاصل ہوتا ہے کہ کسی معاہدے کی قدر و قیمت اس کی ظاہری شرائط سے نہیں بلکہ اس کے طویل مدتی مقاصد سے پرکھی جاتی ہے۔

جدول :5 صلح حدیبیہ کی اہم شرائط

نمبر	شرط
1	دس سال تک مکمل جنگ بندی
2	مسلمان اس سال واپس جائیں گے؛ اگلے سال تین دن عمرہ کریں گے
3	مکہ سے آنے والے کو واپس کیا جائے گا؛ مدینہ سے جانے والے کو واپس نہیں کیا جائے گا
4	قبائل جس فریق کے حلیف بننا چاہیں، آزاد ہوں گے

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ نبی کریم ﷺ کی سیاسی بصیرت، امن پسندی اور دور اندیشی کا شاہکار ہے۔ اس نے مدنی ریاست کو عالمی سطح پر تسلیم کرایا، دعوت کے لیے امن کے زرخیز سال فراہم کیے اور فتحِ مکہ کی راہ ہموار کی۔ قرآن کا اسے فتحِ مبین کہنا اس کی حقیقی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ آج کے طالب علم کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ صبر، مذاکرات اور مقصد پر نظر رکھنا وقتی جوش سے کہیں زیادہ نتائج دیتا ہے۔

جواب — سوال نمبر3

سوال نمبر :3 فتحِ مکہ کا مکمل واقعہ تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

فتحِ مکہ رمضان المبارک 8 ہجری میں پیش آنے والا سیرت کا وہ عظیم واقعہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے اپنے آبائی شہر کو، جہاں سے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا، عام معافی کے اعلان کے ساتھ فتح کیا۔ یہ فتح جنگی تباہی کی

مثال نہیں بلکہ عفو، امن اور اعلیٰ اخلاق کی مثال ہے۔ اس نوٹ میں فتح کے اسباب، خفیہ تیاری و روانگی، مکہ میں داخلہ، کعبہ کی تطہیر، عام معافی، اہم خطبہ اور نتائج ترتیب وار بیان کیے جاتے ہیں۔ اعداد سیرت کی عموماً منقول روایات کے مطابق ہیں جن میں بعض جزئیات پر اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

اسباب اور تیاری

صلح حدیبیہ کو ابھی دو سال بھی نہیں گزرے تھے کہ قریش کے حلیف قبیلے بنو بکر نے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر رات کے وقت حملہ کر دیا اور قریش کے بعض سرداروں نے بھی اس میں مدد کی۔ بنو خزاعہ کا وفد مدینہ آیا اور فریاد کی۔ یہ صلح کی صریح خلاف ورزی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے قریش کے سامنے شرائط رکھیں جن میں مقتولوں کا خون بہا یا بنو بکر سے علیحدگی یا صلح کے خاتمے کا اعلان شامل تھا؛ قریش نے تیسری بات کو چنا مگر جلد ہی پشیمان ہو کر ابو سفیان کو صلح کی تجدید کے لیے مدینہ بھیجا، لیکن انہیں کوئی یقین دہانی نہ ملی۔ اس دوران حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے خط والا واقعہ بھی پیش آیا جس میں آپ ﷺ نے ان کی بدر کی خدمات اور نیت کو دیکھ کر درگزر فرمایا۔

آپ ﷺ نے تیاری کو مکمل راز میں رکھا اور 10 رمضان کو تقریباً دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ سے روانگی ہوئی۔ راستے میں روزے کا حکم حالات کے مطابق رکھا گیا اور مر الظہران کے مقام پر پڑاؤ ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر شخص الگ الگ آگ جلائے؛ ہزاروں آگوں کے منظر نے مکہ والوں پر لشکر کی عظمت کا رعب طاری کر دیا۔ عباس رضی اللہ عنہ کی ملاقات اور ابو سفیان کی آمد و اسلام قبول کرنے کے واقعات بھی اسی مقام سے جڑے ہیں؛ ابو سفیان کو یہ اعزاز دیا گیا کہ ان کے گھر میں پناہ لینے والا بھی امن میں ہو گا۔

مکہ میں داخلہ اور نظم و ضبط

نبی کریم ﷺ نے لشکر کو کئی دستوں میں تقسیم کر کے مختلف سمتوں سے داخلے کا حکم دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ جو لڑے اسی سے لڑا جائے، باقی کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ آپ ﷺ خود ناقے قصواء پر سوار، سر جھکائے ہوئے شکر و تواضع کی حالت میں داخل ہوئے۔ ایک طرف کے دستے کو معمولی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس میں محدود جھڑپ ہوئی، لیکن مجموعی طور پر مکہ تقریباً پُرامن طور پر فتح ہوا۔ امن کے اعلانات گلی گلی کیے گئے کہ

جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے، جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو وہ امن میں ہے اور جو مسجدِ حرام میں آ جائے وہ بھی امن میں ہے۔

داخلے کے بعد آپ ﷺ مسجدِ حرام تشریف لے گئے، حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور کعبہ کا طواف فرمایا۔ اس وقت کعبہ کے گرد سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق تین سو ساٹھ بت نصب تھے؛ آپ ﷺ نے انہیں گراتے ہوئے توحید کی فتح کا اعلان فرمایا۔ پھر کعبہ کے اندر سے تصاویر و بت صاف کیے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، جو اس غلام کی عزت افزائی تھی جسے اسی شہر میں اذیت دی گئی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کعبہ میں نماز ادا کی اور مقامِ ابراہیم پر بھی نماز پڑھی گئی۔

عام معافی اور خطبۂ فتح

فتح کے بعد قریش کے سردار حرم میں جمع تھے اور اپنے ماضی کے مظالم کی وجہ سے سخت سزا کے منتظر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ مفہوماً تم میرے سلوک کے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو؟ انہوں نے آپ کو کریم بھائی اور کریم باپ کا بیٹا کہا۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اپنے بھائیوں کو معاف کر دینے والے رویے کی مثال کے ساتھ فرمایا کہ مفہوماً آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ یہ تاریخِ انسانی کی عظیم ترین عام معافیوں میں سے ایک ہے کہ فاتح نے آٹھ سال کے مظالم کا بدلہ لینے کے بجائے درگزر کا اعلان کیا۔ البتہ چند ایسے افراد کو اس عام معافی سے مستثنیٰ رکھا گیا جن کے جرائم کی نوعیت غیر معمولی تھی؛ ان کی تفصیل و تعداد پر سیرت نگاروں میں اختلاف ہے اور ان میں سے بھی بعض کو بعد میں معافی مل گئی۔

اسی موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس کے اہم نکات یہ تھے :مکہ کی حرمت قیامت تک قائم ہے اور اس میں خون ریزی جائز نہیں؛ جاہلیت کے سارے انتقام اور سود کے دعوے ختم کر دیے جاتے ہیں؛ انسانوں کی فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، نسب کا غرور ختم کر دیا گیا؛ اور کسی مسلمان کا مال اس کی رضا کے بغیر حلال نہیں۔ انصار کی اس تشویش پر کہ آپ ﷺ مکہ ہی میں رہ جائیں گے، آپ نے انہیں تسلی دی کہ میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔ یہ خطبہ فتح کو انتقام کے بجائے اصلاحِ معاشرہ کا پروگرام بنا دیتا ہے۔

نتائج اور اثرات

فتحِ مکہ کے نتیجے میں جزیرہ نما عرب کا دینی و سیاسی مرکز مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور قریش کی مخالفت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ مکہ کے لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے لگے اور یہی سال آگے چل کر وفود کے عام کی بنیاد بنا جب دور دراز سے قبائل کے وفود مدینہ آنے لگے۔ فتح کے چند ہی دن بعد حنین اور طائف کے واقعات پیش آئے جنہوں نے نئی ریاست کے استحکام کو مزید بڑھایا۔ اس طرح حدیبیہ سے شروع ہونے والا سلسلہ اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔

اس فتح کا سب سے بڑا درس طاقت کے باوجود عفو ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ رازداری، منصوبہ بندی اور نظم و ضبط انسانی جانوں کے ضیاع کو کم سے کم کر دیتے ہیں، اور یہ کہ دلوں کو فتح کرنا زمین فتح کرنے سے زیادہ پائیدار ہوتا ہے۔ آج بھی اس واقعے کو پڑھ کر ہر طالب علم یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں فتح کا مطلب ظلم کا خاتمہ اور امن کا قیام تھا، کسی قوم کی تذلیل نہیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ فتحِ مکہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی سے پیدا ہونے والی ناگزیر کارروائی تھی جو بہترین تیاری، کم ترین خون ریزی اور بے مثال عام معافی کے ساتھ انجام پائی۔ اس نے مکہ کو ہمیشہ کے لیے توحید کا مرکز بنا دیا اور اسلام کے عرب بھر میں پھیلاؤ کی راہ صاف کر دی۔ کردار، عفو اور تواضع کا یہ مجموعہ اس واقعے کو دنیا کی تمام فتوحات میں منفرد مقام دیتا ہے۔

جواب — سوال نمبر4

سوال نمبر 4: حجۃ الوداع پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔ (نمبر 20)

تعارف

حجۃ الوداع نبی کریم ﷺ کا وہ واحد اور آخری حج ہے جو 10 ہجری میں ادا ہوا اور جس میں آپ ﷺ نے مناسکِ حج کی عملی تکمیل کے ساتھ امت کو آخری اجتماعی نصیحتیں فرمائیں۔ اسے الوداع یعنی رخصت کا حج اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے چند ماہ بعد آپ ﷺ کا وصال ہوا اور اس سفر میں کئی مواقع پر آپ کے ارشادات سے رخصت کی کیفیت محسوس ہوتی تھی۔ اس نوٹ میں روانگی و احرام، مناسک کی ترتیب، خطبۂ عرفات کے اہم نکات، آخری ایام اور نتائج مفصل بیان کیے جاتے ہیں۔ جزئی اعداد و روایات سیرت کی مشہور کتابوں کے عموماً منقول بیانات کے مطابق ہیں۔

پس منظر اور روانگی

9ہجری میں حج کی امارت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور اس سال مناسک شرکیہ رسوم سے پاک کر دیے گئے تھے۔ 10 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے خود حج کا اعلان فرمایا جس پر مدینہ و گرد و نواح سے بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ ذی قعدہ کے آخری ایام میں قافلہ روانہ ہوا؛ ذو الحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا گیا اور غسل و نماز کے بعد آپ ﷺ نے حج کی نیت سے لبیک کہا۔ سیرت و حدیث کی کتابوں میں اس بات پر تفصیلی بحث موجود ہے کہ آپ کا حج قران تھا یا تمتع یا افراد؛ فقہی مذاہب اس میں اپنی اپنی ترجیح رکھتے ہیں اور یہ بحث علما کا میدان ہے، طالب علم کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ تینوں آراء کا احترام کرتے ہوئے مناسک کی عملی ترتیب سمجھے۔

قافلے کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں؛ ایک لاکھ سے زائد، بعض کے مطابق اس سے کم، صحابہ شریک ہوئے۔ یہ شمولیت اس بات کی علامت تھی کہ اب اسلام پورے عرب کی بڑی طاقت بن چکا ہے اور لوگ اپنے نبی سے آخری بڑا اجتماع سیکھنے جمع ہو رہے ہیں۔ راستے میں آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر قیام کر کے نمازیں ادا کیں اور لوگوں کو احرام کے احکام بتائے؛ یہ سفر بجائے خود ایک موبائل درسگاہ تھا جس میں ہر مرحلے پر تعلیم دی جاتی رہی۔

مناسک کی ترتیب — مکہ سے عرفات تک

4ذو الحجہ کو قافلہ مکہ پہنچا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا، مقامِ ابراہیم پر نماز پڑھی اور صفا و مروہ کی سعی فرمائی۔ جن صحابہ کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے انہیں عمرہ کر کے احرام کھولنے کی ہدایت ہوئی جبکہ قربانی لانے والے احرام میں رہے۔ 8 ذو الحجہ کو منیٰ کی طرف روانگی ہوئی جہاں نمازیں ادا کی گئیں اور رات گزاری گئی۔ 9ذو الحجہ کی صبح عرفات کا رخ کیا گیا اور وادیِ نمرہ میں قیام ہوا جہاں بڑا خیمہ نصب تھا۔

ظہر کے وقت آپ ﷺ اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر وادی کے نشیبی حصے میں تشریف لائے اور وہ تاریخی خطبہ دیا جو خطبۂ حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ خطبے کے بعد اذان و اقامت کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کی گئیں اور پھر آپ جبلِ رحمت کے قریب وقوف فرماتے ہوئے غروبِ آفتاب تک دعا میں مشغول رہے۔ عرفات کا یہ وقوف ہی حج کا رکنِ اعظم ہے، جس کا مفہوم احادیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ حج عرفہ ہی ہے۔ اسی دن سورۃ المائدہ کی آیت کے نزول کا ذکر روایات میں ملتا ہے جس کا مفہوم دین کی تکمیل اور اللہ کی نعمت کے مکمل ہونے کی خوشخبری ہے۔

خطبۂ حجۃ الوداع کے اہم نکات

خطبے کا پہلا بڑا اعلان جان، مال اور آبرو کی حرمت تھا کہ مفہوماً تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔ دوسرا اعلان جاہلیت کے نظام کا خاتمہ تھا :سارے جاہلی خون کے بدلے اور سود کے دعوے کالعدم قرار دیے گئے اور ابتدا اپنے خاندان کے معاملات سے کی گئی تاکہ قانون سب کے لیے برابر نظر آئے۔ تیسرا نکتہ عورتوں کے حقوق تھا کہ ان کے ساتھ نرمی و بھلائی کی وصیت فرمائی گئی۔ چوتھا نکتہ غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور نماز کی پابندی کی تاکید تھی۔

خطبے کا مرکزی پیغام یہ تھا کہ مفہوماً میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک انہیں تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے :اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت؛ اس مفہوم کی روایات مختلف الفاظ کے ساتھ کتابوں میں ملتی ہیں اور ان کی لفظی تفصیل میں اختلاف ممکن ہے، اس لیے یہاں مفہوم ہی بیان کیا گیا ہے۔ خطبے کے اختتام پر آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ سب نے گواہی دی، تو آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اللہ کو گواہ بنایا۔ ہر نکتے کے بعد بات کو دہرانا اور گواہی طلب کرنا اس خطبے کو ایک عام وعظ کے بجائے اُمت کے نام دستاویزی وصیت بنا دیتا ہے۔

مزدلفہ، منیٰ اور آخری ایام

غروب کے بعد آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے جہاں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کی گئیں، رات آرام فرمایا اور فجر کے بعد مشعرِ حرام کے قریب دعا کی گئی۔ پھر منیٰ آ کر جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماری گئیں، قربانی کے جانور ذبح ہوئے جن میں سے بعض آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیے، سر منڈوایا گیا اور احرام کھولا گیا۔ اسی دن مکہ جا کر طوافِ زیارت کیا گیا۔ ایامِ تشریق میں منیٰ میں قیام رہا، تینوں جمرات کو کنکریاں ماری جاتی رہیں اور لوگ بکثرت مسائل سیکھتے رہے؛ روایات میں ہے کہ اس حج میں جو بھی سوال ہوا، جواب یہی ملا کہ مفہوماً کر لو، کوئی حرج نہیں؛ یعنی بے ترتیبیِ عمل پر آسانی کا اصول دیا گیا۔

واپسی سے پہلے آپ ﷺ نے طوافِ وداع کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ مناسک کی وہی مکمل عملی صورت ہے جو آج تک حاجی اسی ترتیب سے ادا کرتے ہیں :احرام، طواف و سعی، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، رمی، قربانی، حلق، طوافِ زیارت اور طوافِ وداع۔ حج سے واپسی کے تقریباً اڑھائی تین ماہ بعد ربیع الاول 11 ہجری میں آپ ﷺ کا وصال ہوا، جس سے اس حج کی الوداعی حیثیت ہمیشہ کے لیے ثابت ہو گئی۔

جدول :6 حجۃ الوداع کے مناسک کی ترتیب

دن/تاریخ	عمل
4ذو الحجہ	مکہ آمد؛ طواف و سعی
8ذو الحجہ	منیٰ روانگی و قیام
9ذو الحجہ	عرفات کا وقوف اور خطبہ؛ مزدلفہ روانگی
10ذو الحجہ	رمی، قربانی، حلق، طوافِ زیارت
11تا 13 ذو الحجہ	منیٰ میں قیام اور رمی
روانگی سے قبل	طوافِ وداع

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ حجۃ الوداع نبی کریم ﷺ کی زندگی کا آخری عظیم اجتماعی عمل تھا جس میں مناسکِ حج کی تکمیل، جاہلی رسوم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور انسانی حقوق کا جامع منشور ایک ساتھ پیش ہوا۔ اس حج نے امت کو عبادت کا مکمل نقشہ بھی دیا اور زندگی گزارنے کا آخری اصول بھی۔ آج لاکھوں حاجی جب انہی مقامات پر وہی اعمال کرتے ہیں تو وہ دراصل اسی الوداعی حج کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔

جواب — سوال نمبر5

سوال نمبر :5 درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں (1) :حضور ﷺ کے اخلاقِ حسنہ (2) دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کی اشاعت۔ 20نمبر] (نوٹ :جزو (2) کے الفاظ کتابچے کی ناقص طباعت میں ادھورے ہیں؛ سیاق سے انھیں ’’ دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کی اشاعت ‘‘پڑھا گیا ہے اور جواب اسی موضوع پر ہے۔]

تعارف

یہ سوال دو ایسے موضوعات کو یکجا کرتا ہے جو ایک دوسرے سے گہرے جڑے ہوئے ہیں :نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت۔ درحقیقت اسلام کی عالمگیر اشاعت کی سب سے بڑی وجہ خود آپ ﷺ کا کردار تھا، کیونکہ لوگ سب سے پہلے داعی کی زندگی دیکھتے ہیں، پھر اس کی بات سنتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے سورۃ القلم میں آپ ﷺ کے اخلاق کو عظیم قرار دینے کا مفہوم بیان فرمایا اور سورۃ آلِ عمران میں آپ کی نرمی کو لوگوں کے جمع ہونے کا سبب بتایا؛ یہاں مفاہیم بیان کیے جا رہے ہیں۔ ذیل میں دونوں موضوعات پر الگ الگ مختصر نوٹ پیش کیے جاتے ہیں۔

1. اخلاقِ حسنہ — جامع تعارف

اخلاقِ حسنہ سے مراد وہ بلند کردار ہے جو نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی میں ہر شعبے میں نظر آتا ہے :سچائی، امانت، عدل، رحم، صبر، شجاعت، سخاوت، تواضع اور حلم۔ بعثت سے پہلے ہی مکہ کے لوگ آپ کو الصادق الامین یعنی سچا اور امانت دار کہتے تھے اور اپنے جھگڑے آپ کے پاس فیصلے کے لیے لاتے تھے۔ بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب مشہور قول کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا، یعنی قرآنی تعلیمات آپ کی عملی زندگی میں ڈھلی ہوئی تھیں۔ یہ ایک مفہومی بیان ہے جو شمائل و احادیث کی کتابوں کا خلاصہ ہے۔

آپ ﷺ کے اخلاق کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا ہمہ گیر ہونا تھا۔ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف ہوتا تھا، فتحِ مکہ پر عام معافی اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ کمزوروں پر رحم آپ کی پہچان تھی؛ یتیموں، بیواؤں، غلاموں اور جانوروں تک کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایات آپ کی سیرت میں ملتی ہیں۔ گھر میں آپ اہلِ خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اپنی سواری اور لباس کی مرمت خود کر لیتے اور کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے۔ سادگی، قناعت اور مسکرا کر ملنا آپ کی روزمرہ شخصیت کا حصہ تھا۔ مزاح بھی فرماتے مگر اس میں بھی سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔

اخلاقِ حسنہ کے مظاہر اور اثرات

عبادت و تقویٰ میں آپ ﷺ سب سے آگے تھے مگر اس میں میانہ روی کا درس بھی دیا کہ اپنے اوپر اور گھر والوں پر سختی نہ کی جائے۔ معاشی زندگی میں آپ لین دین کے صاف تھے، قرض وقت پر ادا فرماتے اور فاضل مال راہِ خدا میں

خرچ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ جنگی قیدیوں سے حسنِ سلوک، پڑوسی کی خبرگیری، مریض کی عیادت اور مسلمان کی تکلیف میں شریک ہونا آپ کے کردار کے وہ رخ ہیں جنہوں نے مدنی معاشرے کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا۔

انہی اخلاق کا اثر تھا کہ مکہ کے سخت ترین دشمن بھی دل میں آپ کی سچائی کے قائل تھے، اگرچہ ضد کی وجہ سے اقرار نہ کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلی وحی کے موقع پر آپ کے اخلاق گنوا کر تسلی دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ قریب ترین لوگ آپ کے کردار کے سب سے بڑے گواہ تھے۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ اخلاق صرف عبادت گاہ کی چیز نہیں بلکہ بازار، گھر، دفتر اور میدان ہر جگہ کا حسن ہے اور اسی سے دعوت زندہ رہتی ہے۔ عملی احکام و مسائل میں حتمی رہنمائی کے لیے مستند علماء سے رجوع ہی درست طریقہ ہے۔

2. دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کی اشاعت — ابتدائی مراحل

اسلام کی اشاعت کا آغاز مکہ سے ہوا، مدینہ میں اسے مرکز ملا اور نبی کریم ﷺ نے خود اسے جزیرہ نما عرب سے باہر تک پہنچانے کا آغاز فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے روم کے قیصر، فارس کے کسریٰ، مصر کے مقوقس، حبشہ کے نجاشی اور دیگر حکمرانوں کو خطوط لکھے جن میں اسلام کی دعوت دی گئی۔ یہ خطوط سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور ان کے متن میں روایتوں کے مطابق جزئی فرق پایا جاتا ہے، اس لیے یہاں ان کا صرف تاریخی ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس اقدام سے دعوت پہلی مرتبہ عالمی سطح پر باضابطہ شکل میں سامنے آئی۔

وفاتِ نبوی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں شام، عراق، فارس اور مصر تک اسلامی ریاست پھیلی اور ان علاقوں کے لوگ آہستہ آہستہ، زیادہ تر اپنے مشاہدے اور اختیار سے، اسلام قبول کرتے گئے۔ مورخین اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ سیاسی فتوحات اور دینی قبولیت ایک ہی عمل نہیں تھے؛ اسلام کی اصل اشاعت تاجروں، علما، صوفیا اور عام مسلمانوں کے کردار سے صدیوں پر محیط عمل کے ذریعے ہوئی۔ یہ تاریخی وصف ہے، کسی موجودہ سیاسی صورت حال پر حکم لگانا اس نوٹ کا مقصد نہیں۔

اشاعت کے ذرائع اور موجودہ صورتِ حال

مشرق کی طرف اسلام سندھ، ملایا، انڈونیشیا اور چین تک زیادہ تر تجارت اور صوفیا و علما کی محنت سے پہنچا؛ انڈونیشیا آج دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی والا ملک ہے حالانکہ وہاں کوئی بڑی عرب فتح نہیں ہوئی، جو کردار پر مبنی اشاعت کی واضح مثال ہے۔ افریقہ میں بھی تجارت اور علم کے مراکز نے بڑا کردار ادا کیا۔ یورپ میں اندلس کا

علمی دور قرونِ وسطیٰ کی تاریخ کا روشن باب ہے اور جدید دور میں ہجرت، تعلیم، تراجمِ قرآن اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام کی معلومات دنیا بھر تک پہنچ رہی ہیں۔ قرآن کے ترجمے دنیا کی بڑی زبانوں میں موجود ہیں جس سے پیغام کو براہِ راست سمجھنا آسان ہوا ہے۔

آج دنیا کی آبادی کا تقریباً چوتھائی حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے اور اسلام دنیا کے بڑے مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔ اس اشاعت کے اسباب پر غور کریں تو وہی عناصر سامنے آتے ہیں جو سیرت سے ثابت ہیں :پیغام کی سادگی یعنی توحید و مساوات، داعی کا کردار، علمی مراکز، ترجمہ و اشاعت اور عام انسانوں کی باہمی میل جول۔ جبر سے نہ ماضی میں یہ اشاعت ہوئی نہ اس کا کوئی دینی جواز سیرت سے ملتا ہے؛ قرآن کا مفہوم سورۃ البقرہ میں دین میں جبر کی نفی کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح ابتدائی صدیوں میں کردار نے دلوں کو فتح کیا، آج بھی مسلمانوں کے لیے سب سے مؤثر دعوت ان کا اپنا اخلاق ہے۔

خلاصہ

مختصراً یہ کہ اخلاقِ حسنہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا وہ آفتاب ہے جس کی روشنی میں اسلام دنیا بھر میں پھیلا۔ مکہ کی گلیوں سے شروع ہونے والی دعوت خطوط، وفود، تجارت، علم اور کردار کے ذریعے براعظموں تک پہنچی۔ ان دونوں نوٹوں کا مشترکہ پیغام طالب علم کے لیے یہ ہے کہ دعوت زبان سے زیادہ زندگی سے ہوتی ہے؛ جس کا کردار جتنا بلند ہوگا اس کی بات اتنی ہی دور تک جائے گی۔